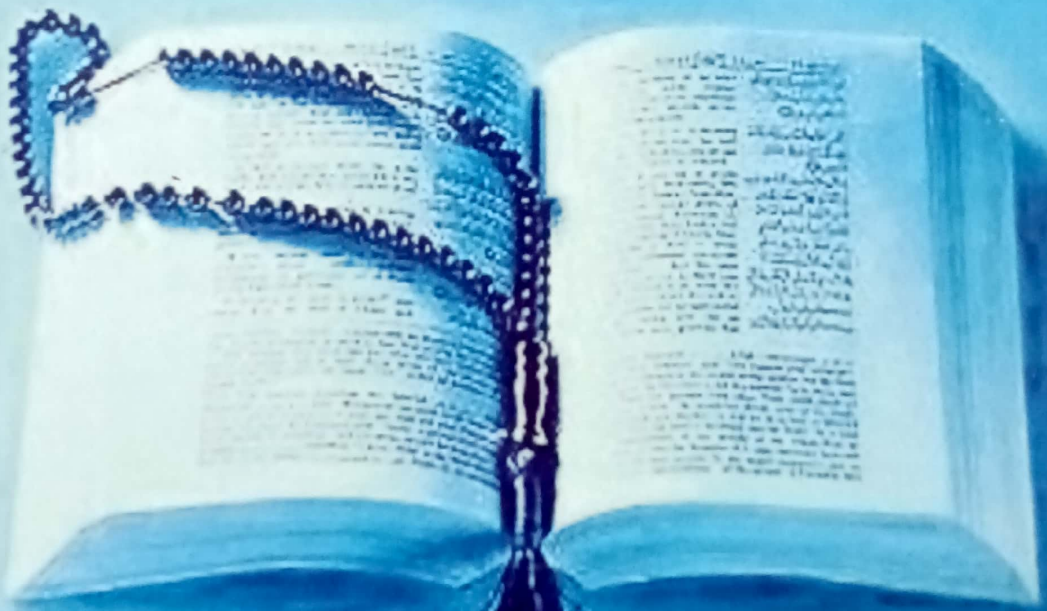
فاتحہ کا ثبوت

از

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ



پیشکش: الرضا پبلیکیشن ۳۷، میمن وواڑہ روڈ، ممبئی ۳

شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲، ڈونگاڈا اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

Scanned with OKEN Scanner

سلسلۂ اشاعت ۱۴۶
سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھروں کو آگ سے بچاؤ۔ (قرآن)

از اعلیحضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

عرس اور چالیسویں وغیرہ کا دن مقرر کرنا اور ایصالِ ثواب جائز ہے، وفات کے بعد ارواح اپنے گھر آکر صدقات وخیرات کا سوال کرتی ہیں ـــــ اِن دو مسئلوں کی تفصیل دو رسالوں میں ملاحظہ ہو۔

الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحہ

مع ترجمہ

بینۂ واضحہ در بیان حسن تعیین وفاتحہ

ایتان الارواح لدیارہم بعد الرواح

تصنیف

اعلیحضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی

۵۲ رڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

فیکس: ۶۶۶۵۹۲۳۶ فون: ۶۶۳۴۲۱۵۶-۰۲۲

Scanned with OKEN Scanner

آسمانِ اہلِ سنت کا درخشاں آفتاب

اعلیٰحضرت امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں، عرب وعجم کے اہل علم وفضل نے آپ کو موجودہ صدی کا مجدّد برحق تسلیم کیا ہے آپ کی عظمت و جلالت کا اندازہ صرف اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے پچاس علوم وفنون میں تصنیف فرمائیں اور آپ کی صلاحیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام علوم مروّجہ کی اپنے والد ماجد امام المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرہ سے تکمیل کر کے مسند تدریس وافتاء پر فائز ہو گئے اور تمام عمر خدمتِ دین میں صرف کر دی آپ کی زندگی کا واحد نصب العین نبی اکرم، سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت شان سے لوگوں کا آگاہ کرنا تھا۔ ؎

گم رضائش در رضائے مصطفیٰ　　زاں سبب شد نام او احمد رضا

آپ کے شب و روز حبِّ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی سرشاری میں گزرتے آپ کا مطمح نظر یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے آقا و مولیٰ کی محبت کی کیف ومستی میں ڈوب جائیں تاکہ صحیح معنوں میں مسلمان بن سکیں اور انھیں راہِ شریعت پر ثابت قدمی نصیب ہو اور کفر وضلالت و بد مذہبی کی مہیب گھاٹیوں سے کلیتہً دور ہو جائیں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ نے ایک دفعہ عرض کی کہ آپ اپنی تحریروں میں اتنی شدّت نہ استعمال فرمایا کریں تاکہ ہر شخص ان سے فائدہ حاصل کر سکے آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا مولانا اگر میرے پاس اختیار ہوتا تو میں شانِ رسالت کے گستاخوں کا سر قلم کر دیتا چونکہ ایسا اختیار میرے پاس نہیں اس لیے میں پوری شدت سے اپنے قلم کو استعمال کرتا ہوں تاکہ وہ لوگ اس طرف سے ہٹ کر مجھے طعن وتشنیع کا نشانہ بنالیں۔ اتنی دیر تو میرے آقا و مولا کے بارے میں کچھ نہ کہیں گے۔ اسی طرح جیسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا۔

فان ابی ووالدتی وعرضی　　لعرض محمد منکم وقاء

(میرے والدین، میری عزت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کے لیے ڈھال ہے)

آپ نے ایک ہزار سے زائد قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے ہم ایصالِ ثواب کے لیے

دن مقرر کرنے کے بارے میں "الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحۃ" مع ترجمہ اور موت کے بعد ارواح کے اپنے گھروں میں آنے کے متعلق "ایتان الارواح لدیارہم بعد الرواح" ہدیۂ ناظرین کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس سعادت کے حصول کا ایماء جناب صاحبزادۂ حضرت صدر الشریعہ مولانا بہاء المصطفےٰ قادری نے کیا اور قادری بک ڈپو نے اس کے طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

اعلیحضرت کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بریلی شریف محلہ جسولی میں ہوئی آخر آپ عرصہ تک شریعت و طریقت کے متوالوں کو قرآن و حدیث کا شربت جانفزا پلاتے ہوئے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ جمعۂ مبارک کے دن ادھر مؤذن نے حیّ علی الفلاح" کہا ادھر آپ اپنے رب قدیر کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قاضی عبد الرحیم بستوی

دار الافتاء منظر اسلام محلہ سوداگران بریلی شریف

ھدیۂ عقیدت بحضور "امام احمد رضا" قدس سرہ العزیز

از جناب نشتر درانی رام پوری ہری پورہ ۔ ہزارہ

زہے کہ نطق ہے آسودۂ بیانِ رضا
مرد حق مردِ باوفائے رسول

خوشا کہ کیفیتِ منفرد سے پُر ہے فضا
ہے رضائے رضا رضائے رسول

جوابِ قوس قزح جس کے در کا ہر ذرّہ
سارے عالم کو اُس نے درس دیا

مہک فروز ہیں گلہائے گلستانِ رضا
مُہرِ ایماں ہے خاکپائے رسول

خدا کے دین و شریعت کا گوہرِ نایاب
رموزِ علمِ شریعت کا راز دار رضا

زمانہ پیش نہیں کر سکا ہے جس کا جواب
عروسِ دین کا گو سوئے تابدار رضا

وہ علم و حکمت و دانش کے آسماں کا شہاب
رسول پاک کی سنت کا پاسدار رضا

وہ جس کے روبرو شرمندہ کفر کا مہتاب
رضائے قدرت و قدرت کا شاہکار رضا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استفتاء: تیجا، دسواں، چالیسواں، ششماہی اور سالانہ (ایصالِ ثواب) دیار ہند میں جو مروج ہے اُسے بعض علماء بدعتِ قبیحہ اور مکروہ کہتے ہیں۔ اور کئی اقوال اس کی درستی پر دال ہیں عام لوگ مردوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کھانے پکاتے ہیں اور دونوں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے ہیں اسے علماء ظاہر غیر مقلد فاتحہ کی وجہ سے مردار اور حرام جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ طریقہ زمانہ نبوی صحابہ کرام تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے دور میں نہ تھا۔ لہٰذا بزرگان دین کی نیاز (ایصالِ ثواب) کا طعام اور شیرینی مردار کی طرح ہے۔ بنا بریں شریعت کا جو حکم واجب التعمیل ہو سندِ کتاب سے بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مختصراً اس مسئلے میں حرف آخر یہ ہے کہ ایصالِ ثواب اور اموات کو ہدیۂ اجر پہنچانا تمام اہل سنت و جماعت کے اتفاق سے پسندیدہ اور شریعت میں مستحب ہے حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوات من الملک الجبار سے بہت سی حدیثیں اس کارِ خیر کی تصویب و ترغیب میں وارد ہوئی ہیں۔ امام علامہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور امام علامہ فخر الدین زیلعی نے نصب الرایہ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استفتاء: سوم و دہم و چہلم و شش ماہی و سالیانہ کہ دریں دیارِ ہند مروج است و ابعض علماء بدعتِ شنیعہ، مکروہ گویند و اقوال چند بر درستیٔ او ست و طعامے کہ بعد موتے بہ نیت ثواب می پزند و ہر دو دست برداشتہ فاتحہ دہند آں را علمائے ظواہر غیر مقلدین بباعث، فاتحہ مردار و حرام دانستہ گویند ایں طریقہ در زمانۂ نبوی و اصحاب کبار مصطفوی و تابعین و اتباع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نبود بلکہ طعام و شیرینی کہ نیاز بزرگانِ دین است مثل مردار پس دریں مسئلہ ہر چہ حکم شرعی واجب التعمیل باشد بیان فرمائند بسندِ کتاب۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول فیصل و سخن مجمل دریں باب آنست کہ ایصالِ ثواب و ہدیۂ اجر باموات باجماع کافۂ اہلسنت و جماعت امریست مرغوب و در شرع مندوب احادیث بسیار از حضور سید الابرار علیہ افضل الصلوٰۃ

شرح الصدور میں علامہ فاضل ملا علی قاری نے مسلک متقسط میں اور دیگر ائمہ نے دیگر کتب میں اُن میں سے کچھ احادیث ذکر فرمائی ہیں، بے شک اس کارِ خیر کا انکار بے وقوف جاہل کر سکتا ہے یا پھر گمراہ اور باطل پرست۔ اس دور کے اہل بدعت (امورِ خیر کے منکر) جن میں مخفی طور پر خون اعتزال جوشِ زن ہے معتزلہ کی نیابت اور وکالت میں ایصال ثواب کا انکار کرتے ہیں اور اہل سنت کے اجماع یقینی کا یکسر انکار کر دیتے ہیں۔ پھر (یہ بھی پیش نظر رہے) کہ بہت سی حدیثوں کی روشنی میں یہ امر ثابت ہے اور اسی کو جمہور ائمہ نے صحیح و معتمد قرار دیا ہے کہ ثواب کا پہنچنا عبادات مالیہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عبادات مالیہ اور بدنیہ دونوں کو شامل ہے۔ یہی ائمہ حنفیہ کا مذہب ہے۔ بہت سے شافعی محقق اسی کے قائل ہیں اسی پر اکثر علماء ہیں اور یہی صحیح اور راجح و منصور ہے پھر (یہ بھی تو دیکھیے) کہ قرآن مجید کو پڑھنا اور صدقہ کرنا اور ان دونوں کا ثواب مسلمانوں کو پہنچانا اس میں یہی تو ہے کہ ایک اچھے کام کو دوسرے اچھے کام سے اور ایک مستحب کو دوسرے مستحب سے جمع کر دیا گیا ہے اور ہرگز ان میں سے ایک دوسرے کو منافی نہیں جیسے کہ نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا اور نہ ہی شریعت نے ان دونوں کے جمع کرنے سے منع کیا ہے جیسا کہ رکوع و سجود میں

من الملک الجبار و ترغیب و تصویب ایں کار وارد شد امام علامہ محقق علی الاطلاق در فتح القدیر و امام علامہ فخر الدین زیلعی در نصب الرایہ و امام علامہ جلال الدین سیوطی در شرح الصدور و فاضل علامہ علی قاری در مسلک متقسط وغیرہم فی غیرہا بذکر برخی از انہا پرداختہ اند۔ و خود انکار ایں کار نیاید مگر از سفیہ جاہل یا ضال مبطل، مبتدعانِ زمانہ را کہ خون پنہاں معتزلیت بجوش آمدہ است در پردہ ترخیص نیابت و تخصیص وکالت اہدائے ثواب را انکار کنند و پیش خویش اجماع قطعی اہل سنت را برہم زنند۔ باز بشہادت احادیث کثیرہ و جزم و تصحیح جمہور ائمہ وصول ثواب خاص بقربات مالیہ نیست بلکہ مالیہ و بدنیہ ہر دو را عام ہمیں است مذہب ائمہ حنفیہ و برین اند بسیارے از محققین شافعیہ و علیہ الجمہور و ہو الصحیح الرجیح المنصور، باز اجماع ایں ہر دو کہ ہم قرآن خوانند و ہم تصدق کنند و ثواب ہر دو بمسلمانان رسانند نیست، مگر جمع حسن با حسن و مندوب با مندوب و زنہار یکے با دیگرے منافی نیست کالتلاوۃ من المصحف فی الصلوٰۃ نہ شرع با نکار ایں جمع وارد شد کقراءۃ القرآن فی الرکوع و السجود پس او را معذور گفتن از دائرہ عقل بیرون رفتن است امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس

قرآن مجید پڑھنے سے لہٰذا ان (دو اچھے کاموں کے جمع کرنے) کو ممنوع کہنا دائرہ عقل وخرد سے باہر جانے کے برابر ہے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ "جب ایک ایک کام حرام نہیں تو مجموع کیوں حرام ہوگا" اسی میں ہے کہ "چند مباح جمع ہو جائیں تو مجموع بھی مباح رہے گا" اس نفیس قاعدے کی تحقیق، امام المدققین خاتم المحققین حضرت والد مولانا نقی علی خاں صاحب قدس سرہٗ الماجد نے کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں فرمائی ہے اور یہ مطلب صحیح حدیثوں سے استنباط فرمایا ہے جو چاہے اس کے مطالعے کا شرف حاصل کرے خود منع کرنے والے فرقہ کے امام اول مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک کلام مجید اور طعام کے اجتماع کی خوبی مقبول ومسلّم ہے صراطِ مستقیم میں اس طرح راہِ تسلیم واعتراف پر چلتے ہیں "جب میت کو نفع پہنچانا ہی مقصود ہے تو کھانا کھلانے پر توقف نہیں ہونا چاہیے اگر میسر ہو تو بہتر ہے ورنہ سورۂ فاتحہ اور اخلاص کا ثواب نہایت بہتر ہے" اس میں شک نہیں کہ ایصال ثواب کا طریقہ رب الارباب جل وعلا کے دربار میں دعا ہی ہے۔ امام الطائفہ صراطِ مستقیم میں لکھتے ہیں "مسلمان جو عبادت ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچا دے اور ثواب پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعائے خیر ہے یہ بھی یقیناً بہتر اور خوب ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا مطلق دعا کے آداب سے ہے حصن حصین

سرہ العالی در احیاء فرماید اذا لم یحرم الاحاد فمن این یحرم المجموع وہمدرد انست ان افراد المباحات اذا اجتمعت کان ذالک المجموع مباحًا تمام تحصیل ایں حاصل انیق امام المدققین ختام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد در کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" ارشاد فرمودہ اند وایں معنی را از حدیث صحاح استنباط نمودہ من شاء فلیتشرف بمطالعتہ۔ وخود معلم اول طائفہ مانعین مولوی اسمٰعیل دہلوی را خوبیٔ ایں اجتماع قرآن وطعام مقبول ومسلم است در صراطِ مستقیم چناں راہِ اعتراف وتسلیم پوید "ہرگاہ ایصال نفع بمیت منظور دارد موقوف بر اطعام نہ گزارد اگر میسر باشد بہتر است والا ثواب سورۂ فاتحہ واخلاص بہترین ثوابہا ست اھ" وشک نیست کہ طریقہ ایصال ثواب دعا بجناب رب الارباب است جل جلالہ۔ امام الطائفہ در صراطِ مستقیم گوید "ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا شود وثواب آں بروح کسے از گزشتگاں برساند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است پس ایں خود البتہ بہتر ومستحسن است" ودست برداشتن از آداب مطلق دعا است در حصن حصین

میں فرماتے ہیں " اداب الدعاء منها بسط الیدین تمسد فعها" یعنی صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں ہاتھوں کا اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ہمارے ائمہ وعلماء کا کیا پوچھتے ہو خود طائفہ منکرین کا امام ثانی (مولوی محمد اسحٰق) "مسائل اربعین" میں کہتا ہے کہ تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے اس لیے کہ حدیث شریف میں مطلقاً دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت ہے لہٰذا اس وقت بھی مضائقہ نہ ہوگا لیکن بالخصوص تعزیت کے وقت دُعا کے لیے ہاتھ اٹھانا منقول نہیں ہے۔ دیکھیے بالخصوص وتعزیت کے وقت دعا کے لیے) ہاتھ اٹھانے کو غیر منقول کہا لیکن مطلق دعا کے وقت ہاتھ اٹھانے کی حدیث) سے جواز کی تائید کی اور کہا کہ اس طرح کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں الحاصل ان امور سے ہرگز کوئی ایسا امر نہیں جو شریعت مطہرہ میں ناپسندیدہ ہو محض کسی امر کے خصوصی طور پر (حدیث شریف میں) وارد نہ ہونے کو مطلقاً ممنوع ہونے کی دلیل جاننا واضح غلطی اور جہالت ہے فقیر نے بفضلہٖ تعالیٰ اس بحث کو مجموعہ مبارکہ "الباقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ" میں بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ علمائے اہلِ سنّت نے ان دعویداروں کو بارہا گھر تک پہنچایا اور خاکِ ذلت پر بٹھایا ہے تفصیل اور طوالت کی ضرورت نہیں لیکن ..... امام الطائفہ (اوّل) نے عدم ورود کو تسلیم کرنے کے باوجود اس مسئلے

فرماید "اداب الدعا منها بسط الیدین تمسد فعها یعنی ہر دو دست برداشتن بحکمِ حدیث صحاح ستہ از آداب دعا است واز ہمہ وعلمائے ما چہ گوئی خود معلم ثانی ..... منکرین در مسائل اربعین گوید" دست برداشتن برائے دعا وقت تعزیت ظاہرا جواز است زیرا کہ حدیث شریف رفع یدین در وعام مطلقاً ثابت شدہ پس دریں وقت ہم مضائقہ نہ دارد ولیکن تخصیص آں برائے دُعا وقت تعزیت ماثور نیست اھ" ببینید با آنکہ خصوصیت را غیر ماثور گفت اما بدلیل اطلاق استظہار جواز کرد و در فعل او ہیچ مضائقہ ندید۔ بالجملہ ازیں امور زنہار چیزے نیست کہ در شرع مطہر مستنکر باشد و مجرد عدم وجود خصوصیات را مطلقاً مستلزم منع دانستن غلطی ست واضح وجہلے فاضح فقیر بعون القدیر ایں مبحث را در مجموعہ مبارکہ الباقۃ الشارقۃ علیٰ مارقۃ المشارقۃ روشن ترگفتہ ام وعلمائے سنت بارہا ایں مدعیان را تا خانہ رسانده وبرخاک مذلت نشانده اند حاجت تفصیل وتطویل نیست اما آنچہ امام الطائفہ باوجود تسلیم عدم ورود دریں باب گفتہ است شنیدن دارد در تقریر ذبیحہ مطبوعہ رسالہ زبدۃ النصائح

ف امام منکرین کی خود ان کے خلاف گواہی

ہیں جو کچھ کہا ہے سننے سے تعلق رکھتا ہے رسالہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں تقریر ذبیحہ میں کہتے ہیں "کنواں کھودنے اور ایسی ہی دوسری چیزوں اور دعا و استغفار و قربانی کے علاوہ قرآن خوانی فاتحہ خوانی اور کھانا کھلانے کے تمام طریقے بدعت ہیں گو بالخصوص بدعت حسنہ ہیں جیسے عید کے دن معانقہ کرنا اور صبح یا عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اھ" طائفہ (منکرین) کو اپنے امام سے پوچھنا چاہیے کہ آپ ..... ان طریقوں کو عموماً اور فاتحہ خوانی کو خصوصاً بدعت و محدث جاننے کے باوجود "حسنہ" کس طرح کہتے ہو اے طائفہ وہابیہ کے خلاف راستہ کیسے اختیار کرتے ہو پھر عید کے دن معانقے کا ذکر تو اور بھی دشوار ہے ہاں اس امام کی تلون مزاجی کی وجہ ہی سے ان کے متبعین کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور معلم ثانی (وہابیہ) کا کلام ابھی گذرا ہے کہ اس نے خصوصیت کے وارد نہ ہونے کے باوجود مضائقہ نہ جانا۔

ف اکابر منکرین کی شہادت سے اثبات مطلب

اب ہم امام الطائفہ کے اکابر و معتمدین و اساتذہ و مشائخ سے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ بیباک روجان لیں کہ شریعت کے منع کیے بغیر "فاتحہ" کو حرام کہنا اور فاتحہ کے طعام "بزرگان دین قدست اسرارہم کی نیاز کی شیرینی کو حرام و مردار کہنا کیسی سزائیں چکھاتا ہے اور کیسے بُرے دن دکھاتا ہے شاہ ولی اللہ

می گوید" ہمہ اوضاع از قرآن خوانی و فاتحہ خوانی و طعام خوراینیدن سوائے کندن چاہ و امثالہ و دعا و استغفار و اضحیہ بدعت است۔ گو بدعت حسنہ بالخصوص ست مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر اھ" ارباب طائفہ امام خود شاں پرسند کہ باآنکہ ایں طریقہ ہا را عموماً و فاتحہ خوانی را خصوصاً بدعت و محدث میدانی چہ گونہ حسنہ میگوئی و خلافت طائفہ راہ می پوئی باز ذکر معانقہ عید سنگ آمدہ سخت آمد آرے تلون ایں امام متبعانش را کار بجاں و کار باستخواں رسانیدہ است ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و کلام معلم ثانی حالا گذشت کہ با وجود عدم ثبوت خصوصیت مضائقہ نہ دانست۔

اکنوں آمدیم بر نقل چند اقوال دیگر از کبرا، و عمائد و اساتذہ و مشائخ امام الطائفہ تا بیباک رواں دانند کہ بے منع شرع بتحریم فاتحہ زبان کشودن و طعام و فاتحہ و شیرینی نیاز بزرگان، قدست اسرارہم را حرام و مردار گفتن چہ کیفر ہا کہ نمی چشاند و کدام بدروز نمی نشاند۔ شاہ ولی اللہ

انفاس العارفین میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے:۔
(ایک دفعہ) حضرت رسالت پناہ کی رحلت کے دنوں میں کوئی چیز میسر نہ ہوئی کہ کھانا پکا کر آپ کی نیاز دی جا سکے میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بطور نیاز دیا الخ" "درثمین فی مبشرات النبی الامین" میں اسی بات کو اس طرح بیان کرتے ہیں بائیسویں[۲۲] حدیث مجھے میرے والد ماجد نے بتایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ثواب پیش کرنے کے لیے کھانا پکایا کرتا تھا ایک سال مجھے کھانا تیار کرنے کے لیے کچھ نہ ملا صرف بھنے ہوئے چنے ملے میں نے وہی لوگوں میں تقسیم کر دیے میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شادمان و فرحاں دیکھا آپ کے سامنے وہی چنے تھے"۔ یہی شاہ صاحب "انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں لکھتے ہیں کہ کچھ شیرینی پر عموماً خواجگان چشت کے نام فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے حاجت کی دعا کریں ہر روز اسی طرح پڑھیں" لفظ "شیرینی" اور فاتحہ ہر روز "قابلِ یادداشت ہے"۔ یہی شاہ صاحب[۳] "ہمعات" میں فرماتے ہیں "اسی لیے مشائخ کے عرسوں کی پابندی اور ان کی قبور کی باقاعدہ زیارت اور ان کے لیے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کا التزام کیا جاتا ہے"۔ یہی شاہ صاحب زبدۃ النصائح میں مندرجہ فتویٰ میں فرماتے ہیں کہ "اگر ملیدہ اور کھیر بطور فاتحہ کسی بزرگ کی روح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں

در انفاس العارفین از والد خود شاں شاہ عبدالرحیم نقل کنند" می فرمودند در ایام وفات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم چیزے فتوح نشد کہ نیاز آں حضرت طعام پختہ مشود۔ قدرے نخود بریاں و قند سیاہ نیاز کردم الخ در درثمین فی مبشرات النبی الامین ہمیں سخن را چناں آوردند الحدیث الثانی والعشرون اخبرنی سیدی والدی قال کنت اصنع طعاما اصلته بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفتح لی سنة من السنین شیئاً اصنعه طلبا فلما جد الا حمصا مقلیا فقسمته بین الناس فرأیته صلی اللہ علیہ وسلم بین یدیه هذا الحمص مبتهجا بشاشا شاہ صاحب مذکور در انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ نویسند "بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوالِ نمایند ہمیں طور ہر روز می خواندہ باشند اھ" لفظِ شیرینی و فاتحہ ہر روز از زیادہ مرواد شاہ صاحب[۳] مسطور در ہمعات گویند از اینجاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے ایشاں شاہ صاحب مزبور در فتوائے مندرجہ زبدۃ النصائح گویند اگر ملیدہ و شیر برنج بنابر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح

ہے جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کی نذر کا طعام مالداروں کو کھانا جائز نہیں اور اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی ہو تو اغنیاء کو بھی کھانا جائز ہے"۔ شاہ صاحب مرحوم انفاس العارفین میں رقمطراز ہیں کہ" والد گرامی قصبہ ڈالنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے ہوئے تھے رات کا وقت تھا اس وقت انہوں نے فرمایا کہ مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جاؤ ساتھی ٹھہر گئے حتیٰ کہ سب لوگ چلے گئے اور دوست پریشان ہو گئے اتنے میں ایک عورت آئی اور شیرینی کا تھال اس کے سر پر تھا اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آجائے تو میں اسی وقت یہ طعام پکا کر مخدوم اللہ دیا کی درگاہ کے حاضرین کے پاس پہنچاؤں گی میرا شوہر اسی وقت آیا ہے میں نے نذر پوری کی میری آرزو تھی کہ اس جگہ کوئی موجود ہوتا کہ یہ طعام کھالے"۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کہ" حضرت امیر اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت پیر و مرشد کی طرح مانتے ہیں اور امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ درود و صدقات اور نذر ان کے نام رائج و معمول ہے جیسے کہ تمام اولیاء سے یہی معاملہ ہے"۔ یہ عبارت سراپا بشارت جس کا ہر ہر حرف مخالف پر تباہ کن بجلی ہے، یا ہلاکت آفریں آندھی یاد رکھنے کے قابل ہے اور مخالفین سے پوچھنا چاہیے کہ شاہ صاحب نے تمہارے طریقے کے مطابق تمام امت کو گمراہ و مشرک کہا ہے یا نہیں اور خود ایسے امور کی تجویز و تحسین ظاہر کر کے کافر

ایشاں پزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است و طعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیاء را ہم خوردن دراں جائز است۔ شاہ صاحب مرحوم ہم در انفاس العارفین نگارند حضرت ایشاں در قصبہ ڈالنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند وشب ہنگام بود دراں فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند کہ چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تا تناول کند مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمایند حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ بایشاں می دانند فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردید و چنانچہ با جمیع اولیاء ہمیں معاملہ است"۔ ایں عبارت سراپا بشارت کہ حرف حرفش بر سر مخالف برقے است خاطف یا بیخے قاصف حرف حرف بخاطر باید داشت و از مخالفاں پرسید کہ شاہ صاحب

ف کیا تمام امت اور شاہ عبدالعزیز صاحب مشرک ہیں؟

مشرک ہوئے یا نہ۔ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی جو آپ کا غلام غلام اور مریدِ مرید (سید احمد صاحب) ہے اور صراط مستقیم میں شاہ صاحب کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ہے" جناب ہدایت مآب قدوۂ ارباب صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء وسند الاولیاء حجۃ اللہ علی العٰلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز" معاذ اللہ کافر ومشرک کی ایسے عظمت وجلالت والے الفاظ سے تعریف کرکے اور حجت خدا ونائب انبیاء وغیرہ وغیرہ کا اعتقاد کرکے خود کافر مرتد ہوا یا کچھ کمی رہ گئی پھر تم جو اس کافر ومرتد کو امام وپیشوا سرور ومقتدا مرجع وماویٰ شمار کرتے ہو اور ہر مسئلہ اور ہر عقیدہ میں اس کے فرمان کی لکیر پر سر تسلیم رکھ کر اس کے قدم بہ قدم چلتے ہو اس لحاظ سے تمام کافر و بے دین مرتد ولعین ہوئے یا کچھ اور۔ بینوا توجروا!

پھر ہم مطلب کی طرف لوٹتے ہیں طائفہ حادثہ کے معلم ثالث مولوی خرمعلے بلہوری نصیحۃ المسلمین میں کہتے ہیں۔" حاضری حضرت عباس کی صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارہویں عبد القادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بوعلی قلندر کی توشہ شاہ عبد الحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ" ملحضاً خود امام الطائفہ تقریر ذبیحہ میں نغمہ سرا ہیں کہ:

بطور شما جمیع امت را صراحۃ گمراہ ومشرک گفتند یا نہ وخود ایں چنیں امور را تجویز وتحسین نمودہ کافر ومشرک شدند یا نہ برتقدیر اول امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کہ غلام غلام ومرید مرید ایشاں ست در صراط مستقیم مدح ایشاں چناں ترزبان" جناب ہدایت مآب قدوۂ اربابِ صدق وصفا زبدۂ اصحاب فنا وبقا سید العلماء سند الاولیاء حجۃ اللہ علی العٰلمین وارث الانبیاء والمرسلین مرجع کل ذلیل وعزیز مولانا ومرشدنا الشیخ عبد العزیز" معاذ اللہ کافرے مشرکے را بچنیں الفاظ عظیمہ جلیلہ ستودہ وحجت خدا ونائب انبیاء وکذا وکذا اعتقاد نمودہ خود کافر مرتد گردید یا ہیچ باز شمایاں کہ ایں کافر ومرتد را امام وپیشوا وسرور ومقتدا ومرجع وماویٰ گرفتہ ودر ہر مسئلہ وعقیدہ سر بر خط فرمانش نہادہ قدم بر قدم او رفتہ آید ازیں رو ہمہ کافر وبے دین ومرتد ولعین شدید یا چہ بینوا توجروا۔

باز بمطلب عنان تابیم مولوی خرمعلے بلہوری معلم ثالث طائفہ حادثہ در نصیحۃ المسلمین گوید" حاضری حضرت عباس کی صحنک حضرت فاطمہ کی۔ گیارہویں عبد القادر جیلانی کی۔ مالیدہ شاہ مدار کا۔ سہ منی بوعلی قلندر کی توشہ شاہ عبد الحق کا اگر منت نہیں صرف ان کی روحوں کو ثواب پہنچانا منظور ہے تو درست ہے اس نیت سے ہرگز منع نہیں اھ"

"اگر کوئی شخص گھر میں بکری کی پرورش کرے تاکہ اس کا گوشت خوب ہو جائے اسے ذبح کرے اور پکا کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ پڑھ کر کھلا دے تو کچھ حرج نہیں ہے" "خواندہ بخوانند" (فاتحہ پڑھ کر کھلا دے) کے لفظ قابل غور ہیں اس لیے کہ بہت سے منکرین اس بات کو بھی بنائے انکار بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھلانے اور قرآن مجید پڑھنے کو جمع کرنا جائز بھی ہو تب بھی کھانا کھلا کر پڑھنا چاہیے نہ کہ پڑھنے کے بعد کھلایا جائے اس لیے کہ یہ عبث اور باطل ہے اس باطل شبہے کا جواب کامل ہم "بارقہ شارقہ" میں دے چکے ہیں اسی طرح لفظ غوث الاعظم" بھی قابل یادداشت ہے اس لیے یہ "تقویۃ الایمان" کے ایمان کے مطابق شرک ہے طرفہ یہ کہ جاہل متبعین فاتحہ کے کھانے کو حرام اور مردار جانتے ہیں اور امام الطائفہ اولیاء کی نذر کی گائے کے گوشت اور کھانے سب کو حلال کہتا ہے بشرطیکہ ذبح سے میت کا تقرب مقصود نہ ہو اور صاف کہہ رہا ہے کہ جس جانور کو اولیاء کی نذر کیا گیا ہو چاہے وہ لوگ کئی طرح کی حرام و قبیح نذریں بھی مانیں پھر بھی جانور کی حلت میں کلام نہیں ہے چہ جائیکہ جب اولیاء کی نذر بہتر طریقے پر ہو بالخصوص جب بغیر نذر فقط ایصال ثواب ہو اس لیے کہ اس جگہ جانور کے ذبح کرنے اور خون بہانے میں کچھ اثر نہیں صرف قرآن مجید کا پڑھنا اور طعام کا صدقہ کرنا درمیان میں آجاتا ہے تقریر مذکور ہی لکھتے ہیں کہ اگر ایک شخص نذر مانے کہ میرا فلاں مقصد

ملخصاً۔ خود امام الطائفہ در تقریر ذبیحہ سرایدا" اگر شخصے بزے راخانہ پرورکند تا گوشت او خوب شود او را ذبح کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست" این لفظ خواندہ بخوراند، نیز نگاہ داشتن است کہ بسیارے از منکرین این راہم انکار سازند و گویند اگر این اجتماع اطعام و قرأت جائز بودے تاہم بایستے کہ خوراندہ خواندہ بخواند کہ خواندہ خوراند کہ عبث و باطل ست جواب کامل از ین شبہہ باطل در بارقہ شارقہ یاد کردہ ایم ہم چناں این لفظ غوث الاعظم بر دل نگاشتے کہ این بر ایمان تقویۃ الایمان صراحۃً شرک است طرفہ تر آنکہ اتباع جہول طعام فاتحہ را حرام و مردار دانند و امام الطائفہ طعام و گوشت گاؤ نذا و لیاء ہمہ را حلال می خواند بشرطیکہ تقرب بذبح بسوئے میت میت نباشد و سپیدی گوید کہ جانورے کہ نذر اولیاء کردہ باشند اگرچہ چنداں نذر بروجہ حرام و قبیح ہم کنند تاہم در حلت جانورے سخنے نیست فکیف کنذر اولیاء بروجہ حسن باشد چہ جائے آنکہ محض بے نذر ایصال ثواب شود چہ محل آنکہ از ذبح جانور و اراقت دم اثرے نبود در ہمیں قرأت قرآنے و تصدق طعامے بمیاں آید مگر در تقریر چساں می نگارد۔ اگر شخصے نذر کند کہ اگر فلاں حاجت من برآید ایں قدر نیاز حضرت سید احمد کبیر

پورا ہوگیا تو اتنی نذر حضرت سید احمد کبیر کے نام کی دونگا اور اتنا کھانا ان کی نیاز کا لوگوں کو کھلاؤں گا اگرچہ اس نذر میں گفتگو ہے لیکن طعام حلال ہے گوشت کا بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ میں اپنا مقصد پورا ہونے کے بعد دو سیر گوشت سید احمد کبیر کی نذر کے طور پر لوگوں کو کھلاؤں گا گوشت حلال ہے اور اگر کہے کہ گائے کا گوشت کھلاؤں گا تو بھی جائز ہے اور اگر اسی ارادے سے گائے نذر کرے وہ بھی جائز ہے اس لیے کہ اس کا مقصود گوشت ہے اسی طرح اگر زندہ گائے سید احمد کبیر کے نام پر کسی کو دے جیسے نقد پیسے دیے جاتے ہیں جائز ہے اور اس کا گوشت حلال ہے"، اسی تقریر میں ہے کہ اگر اسی طرح گذشتہ اولیاء قدس اللہ سرہم کی نذر دے تو جائز ہے فرق اتنا ہے کہ عالم دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال کی وجہ سے نقد جنس اور طعام سے نفع حاصل نہیں کر سکتے بلکہ فقط اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ان کی ارواح مطہرہ کو پہنچا دیتا ہے لہٰذا ان کے حالات حیات اور بعد از وفات برابر ہیں" پھر کہتے ہیں کہ "اگر نذر مانے کہ میری حاجت بر آئی تو دو سالہ پلی ہوئی گائے حضرت غوث الاعظم کی نیاز دوں گا تو اس کا حکم وہی ہے جو کھانے کا حکم ہے اگر نذر اچھے طریقے سے ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر قبیح ہے تو فعل حرام ہے اور حیوان حلال"، گنتی میں غوث اعظم قطب مکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کے برابر یہ گیارہ اقوال ہیں اور امام الطائفہ (مولوی اسمعیل) کے تین قول

بکنم وایں قدر طعام نیاز ایشاں مردم را نجورانم اگرچہ دریں نذر گفتگو ست لیکن طعام حلال است وہم چنین ست حکم گوشت ۔ مثلاً اگر شخصے بگوید کہ دو من گوشت نذر سید احمد کبیر بعد آمدن حاجت خود خواہم خورانید گوشت حلال است واگر بگوید کہ گوشت گاؤ خود ہم خورانید نیز درست است واگر ہمیں قصد گاؤ را نذر کند نیز رواست چرا کہ مقصودش گوشت است وہمچنیں اگر گاؤ زندہ بنام سید احمد کبیر کسے را بدہد بطوریکہ نقد می دہند رواست وگوشت آں حلال است"، ہمدرانست اگر ہمیں طور نذر برائے اولیاء گذشتگاں قدس اللہ اسرارہم کند رواست ایں قدر فرق ست کہ بسبب انتقال از عالم دنیا بعالم برزخ منتفع بنقد وجنس وطعام نمی توانند شد بلکہ ثواب صرف آں اللہ تعالیٰ بارواح مطہرہ ایشاں میرساند پس احوال ایشاں در حالت حیات و بعد ممات برابر ست"، بازی گوید "اگر نذر کنند کہ بشرط برآمدن حاجت خود گاؤ دو سالہ فربہ نیاز حضرت غوث الاعظم خواہد کرد پس حکم ایں مثل حکم طعام ست اگر نذر بطریق حسن است، ہیچ خلل نہ دارد اگر قبیح ست فعلش حرام است، وحیوان حلال"، ایں یازدہ قول ست بعد دایام یازدہم شریف حضرت غوث اعظم قطب اکرم

اس سے پہلے گذر چکے ہیں دو شاہ عبدالعزیز صاحب سے عنقریب آئیں گے اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

رہا اوقات کا مقرر کرنا جیسے کہ لوگوں میں رائج ہے مثلاً تیجا، چالیسواں، سالانہ اور ششماہی اس کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے باطل شکنی کرتا ہوں کہ کسی کام کا وقت مقرر کرنا دو قسم ہے شرعی اور عادی۔ شرعی یہ کہ شریعتِ مطہرہ نے کسی کام کا وقت اس طرح مقرر کر دیا کہ دوسرے وقت میں بالکل نہ ہو سکے اور اگر ادا کیا جائے تو وہ شرعی عمل نہ ہو جیسے کہ قربانی کے خاص دن مقرر ہیں یا اس وقت سے تقدیم و تاخیر ناجائز ہو جیسے کہ اشہر الحرام (شوال ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے) حج کے احرام کے لیے (ان اوقات سے قبل گو احرام جائز ہے لیکن مکروہ ہے (طحاوی) یا جو ثواب اس وقت میں ہے دوسری جگہ نہیں ہوگا جیسے کہ عشاء کے لیے رات کا پہلا تہائی حصہ۔ عادی یہ کہ شریعت کی طرف سے عام اجازت ہے جب چاہیں ادا کریں لیکن کام کرنے کے لیے کوئی زمانہ ضرور ہونا چاہیے غیر معین زمانے میں کام کا ہونا عقلاً ناممکن ہے اس لیے کہ وجود اور تعین لازم و ملزوم ہیں لہٰذا وقتِ معین کے بغیر چارہ نہیں اور یہ تمام معین اوقات عام اجازت کی بنا پر یکے بعد دیگرے صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک میں کام کر لیا جائے اگر ان میں سے کسی ایک وقت کو کسی مصلحت کی بنا پر اختیار کر لیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ اس وقت کے علاوہ یہ کام صحیح نہیں یا

رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سزا از امام الطائفہا لا گزشت و دوازشاہ عبدالعزیز صاحب عنقریب می آید و باللہ التوفیق والہدیۃ الی سواء الطریق سخن گفتن ماند از تعیین اوقات کہ در مردماں رائج ست ہمچوں سوم و چہلم و سر سال و ششماہ اقول و بحول اللہ اصول توقیت یعنی کارے را وقت معین داشتن بر دو گونہ است شرعی و عادی، شرعی آنکہ شرع مطہر عملے را وقت معین فرمودہ است کہ در غیر او اصلا صورت نہ بندد و اگر بجائے آرند آں عمل شرعی نہ کردہ باشند چوں ایام نحر مر اضحیہ را یا آنکہ تقدیم و تاخیرش، ازاں وقت ناروا باشد چوں اشہر الحرم مر احرام حج را یا آنکہ ثوابیکہ دریں ست در غیر او نیابند چوں ثلث لیل مر نماز عشا را۔ و عادی آنکہ از جانب شرع اطلاق است ہر وقتیکہ خواہند بجا آرند ما حدث را از زمان ناگزیرست وقوع در زمان غیر معین محال عقلی کہ وجود تعین مساوق ہمدگر است پس از تعین چارہ نیست ایں ہم تعینات بر بناء اطلاق علی وجہ البدلیۃ صالح ایقاع بود از نہا یکے را بر بنا مصلحتے اختیار کنند بے آنکہ وقت معین را بنائے

حلال نہیں یا ثواب نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ ایسی تقیید سے مقید مطلق کا فرد ہونے سے خارج نہیں ہوگا اور جو حکم مطلق کا ہوگا وہی اس کے تمام افراد کا ہوگا جب تک کہ کسی فرد خاص کی خصوصاً ممانعت نہ ہو۔ لہٰذا ایسی جگہ جواز کے قائل سے خصوصیت کے ثبوت کی دلیل نہیں مانگنی چاہیے بلکہ منع کرنے والے کو شریعت سے اس خاص کام کی ممانعت دکھانی چاہیے تعزیت کے وقت دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے کے متعلق طائفہ (منکرین) کے امام ثانوی مولوی اسحٰق صاحب کی عبارت آپ سن چکے ہیں اب اس طائفہ کے معلم اول اور امام معتمد کی سنئے وہ رسالہ "بدعت" میں نغمہ سرا ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ کہ کسی حکم شرعی کا مطلق کی ذات سے تعلق ہو لہٰذا مطلق ذات کے لحاظ سے تمام خصوصی افراد میں اسی حکم کا تقاضا کرے گا اگرچہ بعض افراد میں عوارض خارجیہ کے اعتبار سے مطلق کا حکم مختلف ہو جائے (یہاں تک کہ اس نے کہا کہ) خاص صورت کے حکم کی تحقیق میں جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ خاص صورت جس میں بحث ہے اس کا وہی حکم ہے جو مطلق کا حکم ہے اس نے اصل سے استدلال کیا ہے۔ اس لیے کہ وہ محتاج دلیل نہیں ہے اس کی دلیل وہی حکم مطلق ہے اور بس الخ۔ حضرت والد (مولانا نقی علی خان) قدس سرہ الماجد نے اس نفیس قاعدے کی بے نظیر تحقیق "اصول الرشاد" میں فرمائی ہے وہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ ہم پھر مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فاقول (میں کہتا ہوں) اگر

ف مطلق ثابت ہو جائے تو خصوصیت پر دلیل کی ضرورت نہیں

صحت یا مدار حلت یا مناط اثابت دانند پیدا است کہ بایں تقیید مقید از فردیت مطلق برنیاید و حکمے کہ مطلق راست در جمیع افرادش ساری باشد مالم بر دمنع من خصوص خصوصاً پس ہیچو جا سبیل نہ آنست کہ ثبوت خصوصیت از مجوز جویند بلکہ آنکہ تصریح بمنع ایں خاص از شرع برآرند عبارت معلم ثانی طائفہ در بارۂ دست برداشتن بدعائے تعزیہ بالا شنیدی و اینک معلم اول امام معوّل طائفہ در رسالۂ بدعت چناں نغمہ سرا طریق ثانی آنکہ بمطلق یا لنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم اقتضا می نماید گو در بعض افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق مختلف گردد (الی ان قال) در تحقیق حکم صورت خاصہ کسیکہ دعوی جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا، می نماید ہمانست متمسک بہ اصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بدلیلے نہ دارد ردلیل او ہماں حکم مطلق ست و بس الخ حضرت والد قدس سرہ الماجد ایں اصل منیف و قاعدۂ شریف را تحقیق بالغ و تنقیح بازغ در اصول الرشاد افادہ و ابرشاد فرمودہ اند آنجا باید جست من با دل سخن باز گردم فاقول باز اگر دریں وقت

اس وقت معین کو اختیار کرنے کا خود اسی میں کوئی مرجح پایا جاتا ہے تو بہتر ورنہ اگر یہ وقت دوسرے اوقات کی طرح ہی ہے تو فاعل کا ارادہ ہی اس کی ترجیح کے لیے کافی ہے جیسے کہ پیاسے کے سامنے پانی کے دو پیالے ہوں یا کسی آدمی کے سامنے دو راستے (ایک جیسے) ہوں (جسے چاہے اختیار کر لے) بصورت اول (اگر خود وقت میں کوئی مرجح ہو) مصلحت واضح ہے بصورت ثانی تعیین کا کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ اس کام کی یاددہانی ہو جاتی ہے نیز وہ کام معرض تاخیر والتواء میں واقع نہیں ہوتا۔ ہر عقل مند بخوبی محسوس کرتا ہے کہ جب کسی کام کا وقت مقرر کر دیا جائے تو اس وقت کے آنے سے وہ کام یاد آجاتا ہے۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ کام رہ ہی جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اہل ذکر و شغل اور عابد عبادت۔ اذکار اور اشغال کے اوقات مقرر کرتے ہیں کوئی صبح کی نماز سے پہلے سو بار کلمہ طیبہ لازماً پڑھتا ہے تو کوئی عشاء کے بعد سو مرتبہ ضرور درود پاک پڑھتا ہے اگر اس تعیین کو تعیین شرعی نہ مانا جائے تو ہرگز شریعت کی طرف سے عتاب نہ ہوگا۔ جان برادر! اگر تو اس طائفہ کے اکابر و عمائد کی تصانیف مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف "القول الجمیل" اور امام الطائفہ کی صراطِ مستقیم وغیرہ کی طرف ہی رجوع کرے تو تجھے کئی ایسے تعینات کا پتہ چلے گا جن کا التزام کیا جاتا ہے مگر ان میں تعیین شرعی نہیں پائی جاتی صرف تعینات کا ہوتا تو

معین مرجح حامل بر اختیارش فی نفسہ موجود ست فبہا ورنہ ہنگام تساوی ارادۂ مختار ترجیح را بسنداست چنانکہ در ورود جام تشنہ و در راہ رابہ مشاہدہ کنی علی الاوّل مصلحت عیان ست وعلی الثانی کم نہ زاں کہ ایں تعیین باعث تذکیر و تنبیہ و مانع تسویف و تفویت باشد ہر عاقل از وجدان خود یابد کہ چوں لفو کارے را وقتے معین نبہند آمدن وقت یادش بدہ ورنہ بسا باشد کہ از دست رود از ہمیں جاست اوقات معین کردن ذاکرین و شاغلین و عابدین مر ذکر و شغل و عبادت را یکے پیش از نماز صبح صد بار کلمہ طیبہ بر خود گرفتہ است۔ دیگرے پس از نماز عشاء صد بار درود و اگر ایں توقیت را از اقسام ثلثہ توقیت شرعی نہ دانند زنہار از شرع معاتب نشوند۔ جان برادر اگر بقول الجمیل شاہ ولی اللہ و صراطِ نا مستقیم امام الطائفہ وغیرہما کتب ایں فن کہ اکابر و عمائد طائفہ تصنیف کردہ اند رجوع آرے چیزہا ازیں تعینات ملتزمہ یابی کہ زنہار از توقیت شرعی نشانے نہ دارد ہیئات خود از تعیین ایام و اوقات چہ گوئی آنجا تو دہاست از اعمال و اشغال و طرق و ہیات محدثہ و مخترعہ کہ در قرون سالفہ از انہا اثرے و خبرے پیدا

دور کی بات ہے تعیین ایام واوقات کی بھی کیا پوچھتے ہو وہاں تو ایسے نو پیدا اعمال، اشغال طریقوں اور ہیات کے انبار لگے ہوئے ہیں جن کا نام ونشان تک قرون سالقہ میں نہیں۔ خود انہیں ان کے جدید اور نویلے ہونے کا اعتراف ہے شاہ ولی اللہ صاحب "القول الجمیل" میں کہتے ہیں صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقۃ متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الاداب ولا تلك الاشغال مولوی خرمعلے اس عبارت کے ترجمہ میں کہتے ہیں "ہماری صحبت اور طریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں۔" اھ ملخصاً۔ نیز القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیل، میں کہتے ہیں "حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعتِ سیئہ ہوئے الخ اسی میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیان کرتے ہیں۔ مولانا حاشیے فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسیات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ پھر مولوی خرمعلے خود کہتے ہیں۔ یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں امام الطائفہ مولوی اسمعیل صراطِ مستقیم میں

نبود دانیاں را باحداث وابتداع آنہا خود اعتراف است۔ شاہ ولی اللہ در قول الجمیل گویند صحبتنا وتعلمنا الاداب الطریقۃ متصلۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یثبت تعین الآداب ولا تلك الاشغال مولوی خرمعلے در ترجمہ ایں عبارت گفت "ہماری صحبت وطریقت کے آداب سیکھنا متصل ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اگرچہ تعین ان آداب کا اور تقرر ان اشغال کا ثابت نہیں اھ ملخصاً ہم در شفاء العلیل ترجمہ قول الجمیل گوید۔ حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر اور تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اکھاڑا بعضے نادان کہتے ہیں کہ قادریہ اور چشتیہ اور نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے الخ ہمدرآں از شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد مولانا حاشیے میں فرماتے ہیں اور اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے الخ باز خود می گوید "یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعت سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعضے کم فہم سمجھتے ہیں۔" امام الطائفہ در صراطِ مستقیم سراید۔

کہتے ہیں" محققین اکابر طریقت نے تجدید اشغال میں بہت کوششیں کی ہیں اس لیے بہتر معلوم ہوا اور وقت نے تقاضا کیا کہ ایک کتاب نئے اشغال کے بیان کے لیے جو اس وقت کے مناسب ہیں لکھی جائے اور اشغال کی تجدید کی جائے" اھ ملحضاً۔ اور اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں (سید احمد صاحب نے) طریقہ چشتیہ کی تعلیم و تلقین کے لیے بازوئے ہمت کھولا اور ان اشغال کی تجدید کی جن پر یہ مبارک کتاب مشتمل ہے سبحان اللہ ان لوگوں نے تمہارے قاعدے کے مطابق دین میں نئی چیز پیدا کی اور یقیناً ایسی چیزیں پیش کیں جن کا اثر تک زمانہ سابقہ میں نہ تھا مگر گمراہ اور بدعتی نہ ہوئے بلکہ اسی طرح امام، مقتداء، عرفاء اور علماء رہے دوسرے علماء نے صرف یہ جرم کیا کہ چند پسندیدہ اور ثابت فی الشرع امور کو جمع کیا اور جن اوقات میں ان کا کرنا جائز تھا ان میں سے بعض کو معین کر دیا معاذ اللہ وہ اسی سے گمراہ اور بدعتی ہو گئے خدارا انصاف کیجیے (ایں گناہست کہ در شہر شما نیز کنند) اس لیے بے جا سینہ زوری کو کیا کہا جائے شاید شریعت تمہارے گھر کی ہے کہ جس طرف چاہا پھیر دیا۔ اے طالب حق تو انہیں حد سے تجاوز اور سرکشی میں ہی رہنے دے اور آثار و احادیث کی طرف متوجہ ہو تاکہ ہم تمہیں کچھ تعنیات عادیہ دکھائیں۔ اسی قسم میں سے ہے وہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی زیارت کے لیے آخر سال کو مقرر فرمایا۔

محققان از اکابر مر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید و وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت است تعین کردہ تجدید اشغال نمودہ شود اھ ملحضاً و در حال پیر خود گوید" در تلقین و تعلیم طریقہ چشتیہ بازوئے ہمت کشادند و تجدید اشغال کرد ایں کتاب مستطاب بر آں محتوی گردید فرمودند" سبحان اللہ اینان کہ بر اصل شما صراحۃً احداث فی الدین کردند و قطعاً چیزہا بر آوردند کہ قرون سابقہ از آنہا خبرے نہ داشتند ضال و مبتدع نباشد بلکہ ہمچنیں امام و مقتداء و عرفاء و علماء مانند دیگراں بر ہمیں قدر جرم کہ چند امور محمودہ ثابتہ فی الشرع وقتے معین گرفتند معاذ اللہ گمراہ و بدعتی شوند۔ للہ انصاف ایں تحکم بے جا را چہ گفتہ آید۔ مگر شریعت کارے خانگی شما ست کہ ہر چوں کہ خواہید پہلو گردانید۔ ہاں وہاں ایطالب حق اینان را در طغیان و عدوان اینان بگذار و روئے بآثار و احادیث آر تا چیزے از تعینات عادیہ بر تو خواہم ازیں قبیل است آنچہ در حدیث آمد کہ حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیارت شہداء احد را سر سال مقرر فرمودند

جیسا کہ عنقریب آئے گا اور مسجد قبا تشریف آوری کے لیے ہفتے کا دن مقرر فرمایا جیسا کہ صحیحین میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے اور شکر رسالت کے طور پر روزہ رکھنے کے لیے پیر کا دن مقرر فرمایا۔ جیسا کہ مسلم شریف میں بروایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کے لیے صبح و شام کا وقت جیسا کہ صحیح بخاری میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ہے اور سفر جہاد کے لیے جمعرات کا دن جیسا کہ بخاری شریف میں بروایت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور طلب علم کے لیے دوشنبہ کا دن جیسا کہ ابو الشیخ ابن حیان اور دیلمی کے نزدیک بروایت ابن مالک سند صالح سے اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ و نصیحت کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری میں بروایت ابی وائل اور علماء سبق شروع کرنے کے لیے بدھ کا دن مقرر فرماتے ہیں جیسا کہ امام برہان الاسلام زرنوجی کی کتاب تعلیم المتعلم میں ہے انہیں امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ نے اپنے استاذ سے روایت کیا اور کہا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کرتے تھے صاحب تنزیہ الشریعۃ نے فرمایا اسی طرح اہل علم کرتے تھے یہ سب توقیت عادی کی مثالیں ہیں حاشا و کلا کہ سید السادات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی مراد یہ ہو کہ سوائے انتہائے

کما سیأتی و آمدن مسجد قبا را روز شنبہ کما فی الصحیحین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما و روزہ شکر رسالت دوشنبہ کما فی الصحیح مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ و با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشاورۂ دینی را صبح و شام کما فی صحیح البخاری عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا و انشائے سفر جہاد را پنجشنبہ کما فیہ عن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ و طلب علم را در شنبہ کما عند ابی الشیخ ابن حیان و الدیلمی بسند صالح عن ابن مالک رضی اللہ عنہ و عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ و تذکیر را روز پنج شنبہ کما فی صحیح البخاری عن ابی وائل و علماء ہدایت درس را روز چہار شنبہ کما فی تعلیم المتعلم للامام برہان الاسلام الزرنوجی حکایت کردش از استاذ خود امام برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ و گفت ہکذا کان یفعل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب تنزیہ الشریعۃ فرمود و کذا کان جماعۃ من اہل العلم ایں ہمہ از باب توقیت عادی است حاشا کہ مرسید الاسیاد علیہ افضل الصلاۃ من الملک الجواد آں باشد کہ زیارت جز بر منتہائے سال زیارت نیست یارو انباشد یا اجر عظیمے کہ ایں روز بر بندہ نوازی و امت پروری و تشریف مزارات شہدائے

سال کے زیارت نہیں ہوتی یا ناجائز ہے یا بندہ نوازی امت پروری اور اقدام مبارکہ سے شہدائے کرام کے مزارات کو شرف بخشنے سے جو اجر عظیم سرور عالم سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمایا جاتا ہے۔ دوسرے وقت میں نہیں عطا ہوگا اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ ہفتے کے علاوہ تقریر ہی نہ ہوگی یا ناجائز ہے یا دوسرے دن یہ ثواب نہ ملے گا یا شریعت مطہرہ نے یہ تعیین فرمائی ہے حاشا وکلا ہرگز یہ مقصد نہ تھا بلکہ آپ نے اس عادت کو اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ ہر ہفتے میں مسلمانوں کو وعظ و نصیحت فرمائیں اور دن معین کرنے سے طالبانِ خیر کا جمع ہونا آسان ہوگا باقی امور میں بھی تعیین اسی طرح ہے ان میں سے بعض میں الگ مرجح موجود ہے جیسے پیر کے دن آپ کا مبعوث ہونا اور علم نبوت کا حاصل ہونا اور جمعرات کی صبح کا خیر و برکت والی ہونا اور بدھ کے دن ابتدا کرنے سے تکمیل کی توقع ہونا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو چیز بدھ کے دن شروع کی جائے وہ مکمل ہو کر رہتی ہے بعض دیگر امور میں صرف ترجیح ارادی ہوتی ہے کہ اس میں کم از کم یاد دہانی اور آسانی والی مصلحت ضرور ہے تیجے، چالیسویں ششماہی اور انتہائے سال کی تعیین عادی تعیین ہی کی قسم ہے بعض میں کچھ مصلحت خاص ہوتی ہے اور بعض میں یاد دہانی اور آسانی کے پیشِ نظر معین کرنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ اصطلاح میں کسے اعتراض ہو سکتا ہے

کرام تبرا ب اقدام برکت نظام نصیب آں شاہ عالم پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کنند دیگر نہ کنند ہم چناں مقصود ابن مسعود آں نہ بود کہ جز بروز شنبہ وعظ نیست یا در غیر او جواز نے یا روز دیگر ایں اجر مفقود یا شرع مطہر ایں تعیین نمود۔ حاش للہ بلکہ ہمیں عادتے التزام فرمودہ تا ہر ہفتہ بتذکیر مسلماناں پردازد و تعیین یوم طالبانِ خیر را بآسانی جمع دفراہم سازد ہمبریں قیاس در امور باقیہ آری در بعضے از آنہا مرجحی جداگانہ حاصل ست ہمچو وقوع بعثت وحصولِ علم نبوت در روز دوشنبہ وعظیم برکت در یکور پنجشنبہ ورجائے اتمام در بدایت چارشنبہ کہ حدیثے ذکر کنند ما من شیئ بدئ یوم الاربعاء الا تم و در بعضے دیگر ہمیں ترجیح ارادی ست کہ مصلحت در وے کم از تذکیر و تیسر نیست ہم ازیں باب ست تعینات مردم در سوم وچہلم وششماہی وسر سال کہ بعضے مصلحتے خاص دارد و بعض آخر بقصد آسانی و یاد دہانی معتاد ومعہود گردید ولا مشاحۃ فی الاصطلاح۔ اینجا کلام مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کہ امام الطائفہ راعم نسب و پدر علم وجد طریقت بوذر شنیدن دارد۔ در تفسیر عزیزی زیر قولہ عز وجل والقمر اذا اتسق

اس جگہ امام الطائفہ (مولوی اسمٰعیل دہلوی) کے نسب میں چچا علم میں باپ اور طریقت میں دادا مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی کلام سننے سے تعلق رکھتی ہے تفسیر عزیزی میں آیۂ مبارکہ واالقمر اذا اتسق کے تحت فرماتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں ڈوبنے والے کی طرح ہے جو کسی فریادرس کا منتظر رہتا ہے اس وقت میں دعائیں، صدقے اور فاتحہ بہت مفید ہیں اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک خصوصًا مرنے کے بعد چالیس دن تک اسی قسم کی امداد پوری کوشش کرتے ہیں۔"
کمال یہ کہ شاہ صاحب موصوف اپنے پیران عظام اور آباء کے عرس پورے اہتمام سے کرتے تھے اور ان کے سامنے نیک لوگوں کی قبروں پر لوگ آپ کی تجویز و تائید سے جمع ہوتے فاتحہ خوانی کرتے اور طعام و شیرینی تقسیم کرتے جیسا کہ عام سجادہ نشینوں میں جاری ہے مفتی عبدالحکیم پنجابی نے شاہ صاحب پر وہی بے بنیاد اعتراضات کیے جو حضرات منکرین کرتے ہیں اور شاہ صاحب پر زبان طعن و تشنیع دراز کی اور لکھا وہ لوگ جن کے افعال ان کے اقوال کے مطابق نہیں وہ اپنے بزرگوں کے عرس کو اپنے اوپر فرض کی طرح لازم جان کر سال بہ سال قبر پر جمع ہوتے ہیں اور وہاں طعام و شیرینی تقسیم کرکے قبروں کو پرستش کردہ شدہ بت بنا دیتے ہیں اھ ملخصًا۔ شاہ صاحب رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح میں اس طعن کا

فرمود واردست کہ مردہ دریں حالت مانند غریقے ست کہ انتظار فریادرسی می برد و صدقات و فاتحہ دریں وقت بسیار بکار او می آید و ازیں ست کہ طوائف بنی آدم تا یک سال و علی الخصوص تا یک چلہ از موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند اھ۔ ولطیف تر آنکہ شاہ صاحب موصوف عرس پیران و پدران خود شاں با ہتمام تمام بجا می آوردند و پیش ایشاں بر قبور درویشاں اجتماع مردم و فاتحہ خوانی و تقسیم طعام و شیرینی بتجویز و تقریر ایشاں می شد چنانکہ در عامہ اہل سجادہ جاری و ساری ست مفتی عبدالحکیم پنجابی بریں افعال شاہیہ بہماں شبہات واہیہ کہ حضرات منکرین بکار می برند بر شاہ صاحب زبان مطاعن و مثالب کشود و قلم نمود کسانیکہ اقوال اینہا مطابق افعال شاں نیستند ی۔ عرس بزرگان خود بر خود مثل فرض دانستہ سال بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی در انجا تقسیم نمودہ مقابر را وثنا یعبد میکنند اھ" ملخصًا شاہ صاحب در رسالہ ذبیحہ مطبوعہ زبدۃ النصائح بپاسخ ایں طعن فرمایند قولہ

جواب فرماتے ہیں قولہ عرس بزرگان خود الخ یہ طعن اس شخص کے حالات سے بے خبری پر مبنی ہے جس پر طعن کیا گیا ہے اس لیے کہ کوئی شخص بھی مقررہ فرائض شرعیہ کے علاوہ کسی چیز کو فرض نہیں جانتا ہاں صالحین کی قبروں کی زیارت ان سے تبرک حاصل کرنا ثواب اور تلاوتِ قرآن کے ہدیہ سے ان کی امداد کر کے دعاءِ خیر کرنا اور طعام وشیرینی تقسیم کرنا بہتر اور خوب ہے۔ علماء کے اتفاق سے اور عرس کے دن کو اس لیے معین کیا جاتا ہے کہ وہ دن ان حضرات کے دنیا سے آخرت کی طرف انتقال کی یاد دہانی کرتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ عمل واقع ہو ذریعۂ نجات و کامیابی ہے بعد والوں پر لازم ہے کہ اپنے سلف پر اس طرح کے احسان کریں پھر انتہائے سال کی تعیین اور اس کے التزام پر شاہ صاحب نے حدیث شریف سے دلیل پیش کی کہ ابن منذر اور ابن مردویہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار" یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال احد تشریف لے جاتے جب پہاڑ کے درے پر پہنچتے تو شہداء کی قبر پر سلام کہتے اور فرماتے تم پر تمہارے صبر کی وجہ سے سلامتی ہو دارِ آخرت کیا ہی اچھا ہے۔ اور امام ابن جریر نے اپنی

عرسِ بزرگان خود آہ ایں طعن مبنی ست بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائضِ شرعیہ مقررہ را ہیچ کس فرض نمیداند آرے زیارت و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں با ہدائے ثواب و تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است باجماع علماء و تعیین روز عرس برائے آن ست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں می باشد از دار العمل بدار الثواب والا ہر روز کہ ایں عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است و خلف را لازم ست کہ سلف خود را بایں نوع بر و احسان نماید بار تعیین سر سال و التزامش را سند از احادیث آوردند کہ ابن المنذر و ابن مردویہ از انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردند ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یأتی احدا کل عام فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال باحد تشریف ارزانی میداشت چوں بدرۂ کوہ می رسید بر گور شہیداں سلام میکرد و میفرمود سلام باد بشما بسبب صبرہائے شما پس چہ نیکوست سرائے آخرت و امام ابن جریر در تفسیر خود ش از محمد بن

تفسیر میں محمد بن ابراہیم سے روایت کی انہوں نے کہا "کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان" یعنی سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سلامٌ علیکم الآیہ۔ آپ کے بعد حضرت صدیق و فاروق اور ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی طرح کرتے تھے اور تفسیر کبیر میں ہے عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعہ ھکذا یفعلون" یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر سال کے آخر میں مزارات شہداء پر جلوہ افروز ہوتے اور آیت مذکورہ پڑھتے اسی طرح حضرات خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کرتے تھے الحاصل حق یہ ہے کہ تخصیصات مذکورہ (نتیجا چالیسواں) تمام تعیناتِ عادیہ ہیں کہ ہرگز جائے طعن و ملامت نہیں ہیں صرف اتنی بات کو حرام و بدعت کہنا واضح جہالت اور خطائے فاش ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی مرحوم نے اپنے فتویٰ میں کیا خوب انصاف کی بات کہی ہے اس کی عبارت اس طرح نقل کی گئی ہے "سوال بزرگوں کی فاتحہ میں کھانے کی تخصیص جیسے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ میں کھچڑا اور عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ میں توشہ

ابراہیم روایت نمود وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلم علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکر وعمر وعثمان۔ یعنی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سر ہر سال بر خاک شہداء قدم رنجہ میفرمود و می گفت سلام علیکم الآیہ بعدہٗ حضرت صدیق و فاروق و ذی النورین نیز ہمچناں می کردند رضی اللہ تعالیٰ عنہم و در تفسیر کبیر ست عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کان یاتی قبور الشہداء رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعہ تکذا یفعلون یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال بر مزار شہداء می آمد و آیہ مذکورہ می خواند و ہمچناں حضرت خلفاء اربعہ میکردند رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالجملہ حق آنست کہ تخصیصات مذکورہ ہمہ تعینات عادیہ است کہ زنہار جائے طعن و ملامت نیست ایں قدر را حرام و بدعت شنیعہ گفتن جہلے ست صریح و خطائے قبیح۔ شاہ رفیع الدین مرحوم دہلوی اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب در فتوائے خودش چہ خوش سخن انصاف گفتہ عبارتش چناں آوردہ اند "سوال، تخصیص ماکولات در فاتحہ بزرگان مثل، کھچڑا در فاتحہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و توشہ در فاتحہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیر ذلک وہمچناں تخصیص خورندگان

اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کا کیا حکم ہے۔ جواب: فاتحہ وطعام بلاشبہ مستحسن ہے تخصیص، مخصص کا اختیاری فعل ہے جو منع کرنے کا باعث نہیں بن سکتا یہ تخصیصات عرفیہ اور عادیہ ہیں جو خاص مصلحتوں اور مخفی مناسبتوں کی بنا پر ابتداءً ظاہر ہوئیں، اور رفتہ رفتہ عام ہوگئیں الخ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں کوئی بھی دینی مصلحت نہ ہوتی تاہم مصلحت کے نہ ہونے کو خرابی کا ہونا لازم نہیں آتا کہ اس کام کا انکار کیا جاسکے ورنہ مباح کہاں جائے گا امام احمد نے مسند میں سند حسن سے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وصیام السبت لالك ولاعليك ہفتے کے دن کا روزہ نہ تیرے لیے اور نہ تجھ پر علماء نے اس کی شروح میں فرمایا لالك فيه مزيد ثواب ولاعليك فيه ملام ولاعتاب نہ تیرے لیے اس میں زیادتی ثواب ہے اور نہ تجھ پر اس میں ملامت وعتاب ہے واضح ہوگیا کہ اگر کسی مخصص کے بغیر تخصیص مفید نہیں تو نقصان دہ بھی نہیں (ہمارا بھی) یہی مقصد ہے ہاں ہر وہ عام آدمی (خاص آدمی صاحب علم ایسا گمان رکھے گا ہی نہیں) کہ اس تعیین عادی کو تعیین شرعی جانے اور گمان کرے کہ ان دنوں کے علاوہ ایصال ثواب ہو ہی نہیں سکتا یا جائز نہیں یا ان دنوں میں ثواب زیادہ ہے تو وہ غلط کار جاہل ہے اور اس گمان میں جھوٹا اور خطاوار ہے لیکن صرف اتنا گمان معاذ اللہ اصل ایمان میں خلل پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی قطعی عذاب

چہ حکم دارد جواب:۔ فاتحہ وطعام بلاشبہ از مستحسنات ست وتخصیص کہ فعل مخصص است باختیار راوست کہ باعث منع نمی تواند شد ایں تخصیصات از قسم عرف عادت اند کہ مصالح خاصہ ومناسبت خفیہ ابتداءً بظہور آمدہ ورفتہ رفتہ شیوع یافتہ الخ اقول بلکہ اگر اینجا خود ہیچ مصلحتے دینی نباشد تا عدم مصلحت وجود مفسدت نیست کہ موجب انکار ایں کار شود ورنہ مباح کجا رود امام احمد در مسند بسند حسن از خاتونے صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی است حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود "وصیام السبت لالك ولاعليك" روزہائے روز شنبہ نہ مرتراست نہ بر تو علماء در شرحش فرمایند "لالك فيه مزيد ثواب ولاعليك فيه ملام ولاعتاب" نہ ترا وروے افزونی ثوابے نہ بر تو در وے ملامتے وعتابے۔ روشن شد کہ تخصیص بے محض اگر نافع نیاید مضر ہم نباشد وہو المراد آرے ہر عامی کہ ایں تعین عادی را توقیت شرعی داند وگمان برد کہ ایصال ثواب در غیر ایں ایام صورت نہ بندد یا ردانہ باشد یا ثواب ایں ایام از ایام دیگر اتم ست وواقر بلاشبہ غلط کار وجاہل ودریں گمان خاطی ومبطل ست اما ایں قدر گمان معاذ اللہ در اصل ایمان خلل نیارد نہ موجب عذاب قطعی وعید حتمی گردد

اور یقینی وعید کا موجب ہے جیسے کہ امام الطائفہ تقویت الایمان میں اعتقاد رکھتا ہے اور اس کی یہ کھلم کھلا جہالت اس عام آدمی کی جہالت سے بدرجہا بدتر ہے اس جاہل کا گمان جہالت و حماقت سے زائد نہیں مگر تقویت الایمان کا فیصلہ پرلے درجے کی گمراہی اور اعتزال ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید اس جگہ بھی بے وقوفی کم عقلی اور خرد کی کمی میں امام الطائفہ کا حصہ ظاہر ہے انہیں یہ گذارش کی جائے گی کہ صاحب علم جاہل کی طرح نہیں ہوتا (عالم کی غلطی زیادہ قبیح ہوتی ہے) اسی طرح عوام جہلاء نے ایصالِ ثواب کے بارے میں جو ناپسندیدہ امور پیدا کر رکھے ہیں مثلاً دکھلاوا۔ چرچا اور تفاخر مال داروں کو جمع کرنا اور فقراء کو منع کرنا ایسے ہی تیجے میں ایک جماعت ایک جگہ بیٹھ جاتی ہے اور تمام لوگ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھتے ہیں اور قرآن مجید سننے کے فریضے کو ترک کر دیتے ہیں یہ تمام باتیں ممنوع مکروہ اور ناروا ہیں علماء کو چاہیے کہ زائد خرابیوں پر لوگوں کو تنبیہ کریں نہ کہ زبان کی تیزی اور روانی کے سہارے سے اصل کام ہی کو ختم کر دیں جیسے کہ اکثر عوام نماز میں خصوصاً نوافل جنہیں وہ تنہا ادا کرتے ہیں ارکانِ نماز کو آہستہ آہستہ ادا کرنے اور دیگر ممنوعات کے عادی بن جاتے ہیں اس بناء پر انہیں نماز ہی سے نہ روکا جائے گا بلکہ ان ناپسندیدہ عادات سے روکنا اور ڈرانا چاہیے اور نماز ادا کرنے کا شوق و رغبت دلانا چاہیے یہ مختصر تقریر اور قول فیصل مخالفین کے خواص اور اس طرف کے

چنانکہ امام الطائفہ در تقویت الایمان اعتقاد دارد ایں جہالت فاحشہ او از جہل آں عامی بدرجہا بدتر است آں از جہلے وجزافے بیش نیست وایں ضلال بعید واعتزال شدید ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحمید اینجا نیز حصۂ امام الطائفہ در سفہ وسخافت وحمق جزافت پیداست یقال لہم لیس من یعلم کمن لا یعلم ہمچناں آنچہ عوام جملہ در باب ایصالِ ثواب امور مستنکرہ احداث کردہ اند مثلاً ریا وسمعہ وتفاخر جمع اغنیاء ومنع فقراء وآنکہ در رسوم جماعتی یکجا نشستہ ہر ہمہ قرآن بجہر خوانند وفریضہ استماع از دست دہند ایں ہمہ ممنوع ومحظور ومکروہ مخدورست علماء را باید کہ بر مفاسد زائد سرزنش کنند نہ آں کہ باطلاق لسان وسلاطت زبان اصل کار را برہم زنند چنانکہ بسیارے از عوام در نماز خصوصاً نوافل کہ تنہا گزارند بعدم مراعات تعدیل ارکان وغیرہ محظورات عدیدہ خو کردہ اند ایں معنی مستلزم نہی از نماز نباشد بلکہ ازیں خصائل شنیعہ تحذیر وترہیب می باید کرد وبر ادائے نماز تحریص وترغیب اینست سخن مجمل وقول فیصل کہ خواص آنست وبعض عوام ایں سہ ہر دو را گراں آید اما چہ تواں کرد کہ حق ایں است واز حق نشاید۔

بعض عوام دونوں کو ناگوار ہوگا لیکن کیا کیا جائے کہ حق یہی ہے اور حق سے راہِ فرار نہیں اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت فرمانے والا ہے وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

گزشت۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد والصلوٰۃ والسلام علی المولی الجواد محمد و آلہ وصحبہ الامجاد واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین وفضلائے شریعت امین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے ایک کلام مجید تلاوت کر کے ختم کیا اور اس کا ثواب پندرہ شخصوں کی ارواح کو للہ بخشا ان روحوں میں تقسیم ہو جاوے گا؟ یعنی فی روح دو پارے پہنچیں گے یا فی روح کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا اور نتیجہ اس کا دنیا میں ملے گا یا عقبیٰ میں۔ دوسرے یہ کہ ثواب کس طرح کہہ کر پہنچائے؟

الجواب

اللہ عزوجل کے فضل سے امید ہے کہ ہر شخص کو پورے کلام مجید کا ثواب پہنچے گا ردالمحتار میں ہے سئل ابن حجر المکی عما تقرأ لاہل المقبرۃ الفاتحۃ ہل یقسم الثواب بینہم او یصل لکل منہم مثل ثواب ذلک کما ملا فاجاب بانہ افتی جمع بالثانی وہو اللائق بسعۃ الفضل۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق فتاوٰی فقیر میں ہے نتیجہ ملنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اختیار میں ہے مسلمانوں کو نفع رسانی سے اللہ عزوجل کی رضا ورحمت ملتی ہے اور اس کی رحمت دونوں جہان کا کام بنا دیتی ہے۔ آدمی کو اللہ تعالےٰ کے کام میں اللہ کی نیت چاہیے دنیا اس سے مقصود رکھنا حماقت ہے دعا کرے کہ الٰہی جو میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں شخص یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا اور افضل یہ ہے کہ تمام مسلمین ومسلمات کو پہنچائے مسلک متقسط میں ہے یقرأ ما تیسر لہ من الفاتحۃ والاخلاص سبعا او ثلاثا ثم یقول اللہم اوصل ثواب ما قرأناہ الی فلان او الیہم۔ محیط وتتارخانیہ وشامی میں ہے۔ الافضل لمن یتصدق نفلاً ان ینوی لجمیع المومنین والمومنات لانہا تصل الیہم ولا ینقص من اجرہ شی۔

(فتاوٰی رضویہ جلد چہارم صـ۲۰۶)

ایتان الارواح لدیارھم بعد الرواح

۲۱ ھ ۱۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کی جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں اور اس سے کچھ ثواب کی خواستگار خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ۔ ہوتی ہے یا نہیں اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گنہ گار ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:۔

خاتم المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور میں فرماتے ہیں[1] "مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم ہفت روز تصدق از میت نفع می کند او را بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است دراں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے از، علماء گفتہ اند کہ نمیرسد میت را مگر صدقہ و دعا و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ پس نظر می کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ واللہ اعلم۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں۔ در غرائب[2] و خزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می خانہائے خود را ہر شب جمعہ و روز عید و روز عاشورہ و شب برأۃ پس ایستادہ میشوند بیرون خانہائے خود

---

[1] میت کے اس جہان سے جانے کے بعد مستحب ہے کہ اس کی طرف سے سات دن تک صدقہ دیا جائے علماء کا اس میں اتفاق ہے کہ صدقہ میت کی طرف سے دینا فائدہ مند ہے اس کے متعلق صحیح احادیث وارد ہیں خصوصاً پانی کے متعلق بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کی طرف صدقہ و دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے خویش و اقارب صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲۔ [2] غرائب اور خزانہ میں ہے کہ مومنوں کی روحیں ہر جمعہ کی رات کو عید اور عاشورہ کے دن اور شب برات اپنے گھر آتی ہیں اور دروازے سے باہر کھڑی ہو کر غم و اندوہ کے لہجے میں بلند آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو اے میرے بچو اور نزدیکیو مجھ پر صدقے کے ذریعے مہربانی کرو۔ ۱۲۔

ندامی کند ہر یکے باواز بلند ندا دہ گین اے اہل و اولادِ من و نزدیکان من مہربانی کنید بر ما بصدقہ" اسی میں شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شرح الصدور احادیث شتے در اکثر ازیں اوقات آوردہ اگرچہ اکثرے خالی از ضعف نیست۔ اکثرے کا لفظ صریح دلالت کر رہا ہے کہ بعض بالکل ضعف سے خالی ہیں تو صاحب مائۃ مسائل کا مطلقاً ان کی طرف ضعف کی نسبت کرنا کہ "ایں روایات را تضعیف ہم فرمودہ اند" کذب و افترا ہے۔ یا جہل و اجتراء اور استناد[1] کا روایات صحیحہ مرفوعہ متصلۃ الاسناد میں حصر اور صحاح کا صرف کتب ستہ پر قصر جیسا کہ صاحب مائۃ مسائل سے یہاں واقع ہوا جہل شدید و سفہ بعید ہے حدیث حسن بھی بالاجماع حجت ہے غیر عقائد و احکام حلال و حرام میں حدیث ضعیف بھی بالاجماع حجت ہے۔ ہمارے ائمہ کرام حنفیہ و جمہور ائمہ کے نزدیک حدیث مرسل غیر متصل الاسناد بھی حجت ہے۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حدیث موقوف غیر مرفوع قول صحابی بھی حجت ہے کہ یہ سب مسائل ادنیٰ طلبہ علم پر بھی روشن ہیں اور حدیث صحیح کا ان چھ کتابوں میں محصور نہ ہونا بھی علم حدیث کے ابجد خوانوں پر بین اور مبرہن ہے ولکن الوہابیۃ قوم بجہلون طرفہ یہ کہ خود صاحب مائۃ مسائل نے اس کتاب اور اربعین میں اور بزرگانِ خاندانِ دہلی جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی تصانیف کثیرہ میں تو وہ روایات غیر صحاح و روایات طبقہ اربعہ اور ان سے بھی نازل تر سے استناد کیا ہے جیسا کہ ان کتب کے ادنیٰ مطالعہ سے واضح و مبین ہے ولکن النجدیۃ یجحدون الحق وھم یعلمون امام اجل عبداللہ بن مبارک و ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے موقوفاً اور امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک ابونعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی ولہذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر و سجن المؤمن وانما مثل المومن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویفسح فیہا۔ بے شک دنیا کافر کی بہشت اور مسلمان کا قید خانہ ہے جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذا مات المومن یخلی سربہ یسرح حیث شاء جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الصدور میں ان میں سے اکثر اوقات کے متعلق مختلف حدیثیں نقل کی ہیں اگرچہ اکثر ضعف سے خالی نہیں ۱۲۔ [2] یعنی یہ کہنا کہ حدیث مرفوع متصل السند ہی سے استدلال ہو سکتا ہے اور صحیح حدیثیں صرف صحاح ستہ ہی میں ہیں نادانی ہے ۱۲۔

بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا کہا کیا زندے اور مُردے بھی ملتے ہیں کہا: نعم اما المؤمنون فان ارواحھم فی الجنہ وھی تذھب حیث شاءت بے شک مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار رہتا ہے جہاں چاہیں جائیں ابن مبارک کتاب الزہد وابوبکر ابن ابی الدنیا وابن مندہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں اور کافر کی رُوح سجین میں مقید ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی قال بلغنی ان ارواح المؤمنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں رجح ابن عبد البر ان ارواح الشھداء فی الجنہ وارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت امام ابوعمر عبدالبر نے فرمایا راجح یہ ہے کہ شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہیں آتی جاتی ہیں۔ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القبود بالموت تجول الی حیث شاءت بے شک جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولاں کرتی ہے قاضی ثناء اللہ (پانی پتی) بھی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں[1] ارواح ایشاں (یعنی اولیائے کرام قدست اسرارہم) از زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند، خزانۃ الروایات میں ہے: عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تتخلص لیلۃ الجمعۃ وتنتشر وا فجاء وا الی مقابرھم ثم جاءُ وا فی بیوتھم بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحیں شبِ جمعہ چھٹی پاتی ہیں پھیلتی ہیں پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں، دستور القضاۃ مستند صاحب مائۃ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل واحد منھم بصوت حزین یا اھلی ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر روز شبِ جمعہ اپنے گھر آتی اور

---

[1] اولیاء کی روحیں زمین آسمان اور بہشت میں سے جہاں چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں ۱۲۔

دروازے کے پاس کھڑے ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو اے میرے بچو اے میرے عزیزو ہم پر صدقے سے مہر کرو ہمیں یاد کرو بھول نہ جاؤ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مأۃ مسائل میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم عید او یوم عاشورا ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا ھل من احد یترحم علینا ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ، یا عاشورے کا دن یا شبِ برات ہوتی ہے اموات کی رُوحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال وحرام کا ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتی ہیں نہ کہ اس قدر کثیر ووافر۔ امام جلال الملۃ والدین سیوطی مناہل الصفاء فی تخریج احادیث الشفاء زیر ثنائے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لم اجد فی شیٔ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکرا انہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلک سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔ یعنی میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں اسے ایک حدیث طویل میں بے سند ذکر کیا ایسی حدیث کو اتنی ہی سند کافی ہے کہ وہ کچھ احکام سے متعلق نہیں، باقی رہا ضلال حال کے شیخ[1] الضلال گنگوہی کا براہین قاطعہ میں زعم باطل کہ ارواح کا اپنے گھر آنا یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا یعنی اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم کی بھی صحیح وصریح حدیثوں میں ہو کہ روحیں آتی ہیں تو وہ حدیثیں بھی ان کے دھرم میں مردود ہونگی کہ ان روایات میں عمل نہیں ہے بلکہ علم ہے اور تسلیم بھی کر لیے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل۔ براہین[2] قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں چار ورق سے زائد پر یہی اعجوبہ اضحوکہ طرح طرح کے مزخرفات سے آلودہ اندودہ کیا ہے سخت جہالت فاحشہ ہے۔

مزین وملیح

---

[1] مولوی رشید احمد گنگوہی جن کے اقوال براہین قاطعہ کی صورت میں جمع کیے گئے ۱۲۔ [2] یعنی براہین قاطعہ میں منبع علم صرف اس بات پر صرف کر دیا کہ ان روایات میں عمل کی بات نہیں بلکہ عقیدے کا تذکرہ ہے اور اگر گمان بھی لیا جائے کہ عمل موضوع سخن ہے تو صرف عمل کی بات ہوگی نہ کہ فضائل اعمال کی حتیٰ کہ متواتر اور مشہور کے علاوہ کسی حدیث کو تسلیم کر لیا جائے۔

اقول۔ اگر جملہ خبریہ جس میں کسی بات کا ایجاب یا سلب ہو اگرچہ اسے نفیاً و اثباتاً تا کسی طرح عقائد میں دخل نہ ہو نافی یا مثبت کسی پر اس نفی و اثبات کے سبب حکم ضلالت و گمراہی محتمل نہ ہو سب باب عقائد میں داخل ٹھہرے جس میں احادیث بخاری و مسلم بھی جب تک متواتر نہ ہوں نامقبول ٹھہریں تو اولاً سیر و مغازی و مناقب یہ علوم کے علوم سب گاؤ خر دود یا جر دہو جائیں حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ان علوم میں صحاح درکنار ضعاف بھی مقبول سیرت انسان العیون میں ہے لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوہا تسامحنا اس مبحث کی تفصیل فقیر کی کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ملاحظہ ہو یہی دیکھیے ثنائے مذکور امیر المومنین کیا فضائل اعمال سے تھا۔ وہ بھی باب علم سے ہے جس میں امام خاتم الحفاظ نے بعض علماء کی بے سند حکایت بھی کافی بتائی ثانیاً علم رجال مردہ ہو جائے کہ وہ بھی علم ہے نہ عمل و فضل عمل اور غیر قطعیات سب باطل و مہمل۔ ثالثاً دو تہائی سے زائد بخاری و مسلم کی حدیثیں محض باطل و مردود قرار پائیں۔ رابعاً عقائد و اعمال میں تفرقہ جس پر اجماع ائمہ ہے ضائع جائے کہ احکام حلال و حرام میں کیا اعتقاد و حلت و حرمت نہیں لگا ہوا ہے اور وہ عمل نہیں بلکہ علم ہے تو کسی شے کے حلال یا حرام سمجھنے کے لیے بخاری و مسلم کی حدیثیں مردود اور جب حلال و حرام کچھ نہ جانیں تو اسے کیوں کریں اس سے کیوں بچیں۔ خامساً بلکہ فضائل اعمال میں بھی احادیث صحیحین کا مردود ہونا لازم حالانکہ اس میں ضعیف حدیثیں بھی یہ سنیہ خود مقبول مانتا ہے ظاہر ہے کہ اس عمل میں یہ خوبی ہے۔ اس پر یہ ثواب جاننا خود عمل نہیں بلکہ علم ہے اور علم باب عقائد سے ہے اور عقائد میں صحاح ظنیات مردود۔ سادساً اگلے صاحب نے تو اتنی مہربانی کی تھی کہ حدیث صحیح مرفوع متصل السند مقبول رکھی تھی۔ انہوں نے بخاری و مسلم بھی مردود کر دیں۔ جب تک قطعیات نہ ہوں کچھ نہ سنیں گے ع قدم عشق پیشتر بہتر۔ سابعاً ختم الٰہی کا ثمرہ دیکھیے اسی براہین قاطعہ لما امر اللہ بہ ان یوصل میں

لہ یعنی اگر ہر قول کے لیے خبر مشہور یا متواتر ہی درکار ہو اس کے علاوہ بخاری و مسلم کی روایت بھی مسلم نہ ہو چاہے وہ قول عقائد سے متعلق ہو یا فضائل اعمال سے خواہ اس کے مثبت و منکر کسی کو بھی گمراہ نہ کہا جا سکے تو اس پر سات اعتراضات ہوں گے اس سے بعد ملاحظہ ہوں ۱۲

لہ مخفی نہ رہے کہ سیر صحیح اور سقیم ضعیف مرسل منقطع اور معضل پر مشتمل ہوتی ہیں نہ کہ موضوع پر امام احمد اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ جب ہم حلال و حرام کے متعلق روایت کرتے ہیں تو ہم شدت اختیار کرتے ہیں اور جب ہم فضائل کے متعلق روایت کرتے ہیں تو نرمی اختیار کرتے ہیں ۱۲۔

فضیلت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باب فضائل سے نکلوا کر اس تنگنائے اعتقادیات میں داخل کرایا تاکہ صحیحین بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی جو وسعتِ علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہیں مردود ٹھہریں اور وہیں وہیں اوسی منہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کی تنقیص کو محض ایک بے اصل و بے سند حکایت سے سند لایا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ حضرت شیخ قدس نے اسے ہرگز روایت نہ کیا بلکہ اعتراضاً ذکر کرکے صاف فرمادیا تھا کہ "ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است"، غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل ماننے کو تو جب تک حدیث قطعی نہ ہو بخاری و مسلم بھی مردود اور معاذ اللہ حضور کی تنقیص فضائل کے لیے بے اصل و بے سند و بے سر و پا حکایت مقبول و محمود اور پھر دعوٰی ایمان و امانت و دین و دیانت بدستور موجود انا للہ وانا الیہ راجعون کذلک یطبع اللہ علیٰ قلب کل متکبر جبار۔ بالجملہ یہ مسئلہ نہ باب عقائد سے نہ باب احکام حلال و حرام سے۔ اسے جتنا ماننا چاہیے اس کے لیے اتنی سندیں کافی و وافی منکر اگر صرف انکار یقین کرے یعنی اس پر جزم و یقین نہیں تو ٹھیک ہے اور عام مسائل سیر و مغازی و اخبار و فضائل ایسے ہی ہوتے ہیں اس کے باعث وہ مردود نہیں قرار پاسکتے اور اگر دعوائے نفی کرے یعنی کہے مجھے معلوم و ثابت ہے کہ روحیں نہیں آتیں تو جھوٹا کذاب ہے، بالفرض اگر ان روایات سے قطع نظر بھی تو غایت یہ کہ عدم ثبوت ہے نہ کہ ثبوت عدم اور بے دلیل عدم ادعائے عدم محض تحکم و ستم آنے کے بارے میں تو اتنی کتب و علماء کی عبارات اتنی روایات ہیں بھی نفی و انکار کے لیے کون سی روایت ہے کس حدیث میں آیا کہ روحوں کا آنا باطل و غلط ہے تو ادعائے بے دلیل محض باطل و ذلیل" کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ طرف مقابل پر روایات موجودہ صرف بربنائے ضعف مردود اور اپنی طرف روایت کا نام نہ نشان اور ادعائے نفی کا بلند نشان۔ روحوں کا آنا اگر بابِ عقائد سے ہے تو نفیاً و اثباتاً اسی باب سے ہوگا اور دعوٰی نفی کے لیے بھی دلیل قطعی یا مسئلہ ایک طرف سے باب عقائد میں ہے کہ صحاح مردود اور دوسری طرف سے ضروریات میں ہے کہ اصلاً حاجتِ دلیل مفقود۔ ولکن الوھابیۃ لایعقلون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ فقط۔

کتبہ: عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمد النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں

فروغِ اہلسنّت کیلئے امام اہلسنّت کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشّان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

(۳) مدرّسوں کی بیش قرار تنخواہیں اُن کی کارروائیوں پر دی جائیں

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے معقول وظیفہ دیکر اس میں لگایا جائے۔

(۵) اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دیکر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً و تقریراً و وعظاً و مناظرۃً اشاعتِ دین و مذہب کریں

(۶) حمایتِ مذہب و ردِّ بدمذہباں میں مفید کتب و رسائل مصنّفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوشخط چھاپ کر ملک میں مُفت تقسیم کئے جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپکے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبیٔ اعدار کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرّر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایتِ مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت و بلاقیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ "آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم و دینار سے چلے گا" اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق و مصدوق صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا کلام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۳۳)

OMARSONS
Jewellers
Retailers, Wholesalers, Manufacturers, Exporters & Importers of All Kind of
GOLD & DIAMONDS JEWELLERY, PEARLS, GEMS & PRECIOUS STONES
54, HEERA PANNA SHOPPING CENTRE, HAJI ALI, MUMBAI-400 026
Tel. : 2352 6243 / 3290 5357 • Fax : 2352 6243
E-mail : omarsons@hotmail.com Website: www.omarsons.blogspot.com

Scanned with OKEN Scanner